بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیغام صلح انٹر نیشنل

ISSN2754267

ستمبر ۲۰۲۶ء

۱۹ ربیع الاول تا ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۴۸ھ

ALLAH IS WITH US

عالمگیر مرکز احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، ختم نبوت کی داعی واحد جماعت کا ترجمان۔

ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لیے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا (فرمانِ مسیح موعود بحوالہ کتاب نشان آسمانی صفحہ ۲۸)

حضرت مرزا غلام احمدؑ مدعی نبوت نہیں مجددّ صد چہاردہم تھے، جس کی پیشگوئی نبی کریمؐ نے مسیح و مہدی کے القاب سے کی۔

مدیر

چیف ایڈیٹر فضل حق،

اسٹنٹ ایڈیٹر لَورڈ شاہد عزیز

فہرست—مضامین

نمبر شمار	عنوان	از	صفحہ نمبر
۱	حضرت مولانا محمد علیؒ کا مقام	مرتب: ارشد علوی مرحوم	۲
۲	قرآنِ مجید ہدایت، تدبر	حمید جہانگیری	۶
۳	یوم آزادی پاکستان	ابوعباد	۸
۴	جماعت احمدیہ ربوہ سے درخواست	شاہد عزیز	۱۱

اپنے تیئں میری تعلیم اور دلائل پر مضبوطی سے قائم رہو اور پوری استقامت اختیار کرو

اپنے تیئں میری تعلیم اور دلائل پر مضبوطی سے قائم کرو اور پوری استقامت اختیار کرو اور اس طرح پر خود لوہے کی سل بن کر مخالفانہ حملوں کو روکو اور پھر سلوں میں آگ پھونکو جب تک کہ وہ خود آگ بن جائیں۔ یعنی محبت الٰہی اس قدر اپنے اندر بھڑکاؤ کہ خود الٰہی رنگ اختیار کرو۔ یاد رکھنا چاہیے کہ خدائے تعالیٰ سے کمال محبت کی یہی علامت ہے کہ محب میں ظلی طور پر الٰہی صفات پیدا ہو جائیں اور جب تک ایسا ظہور میں نہ آوے تب تک دعوئی محبت جھوٹ ہے۔ محبت کاملہ کی مثال بعینہ لوہے کی وہ حالت ہے جب کہ وہ آگ میں ڈالا جائے اور اس قدر آگ اُس میں اثر کرے کہ وہ خود آگ بن جائے۔ پس اگرچہ وہ اپنی اصلیت میں لوہا ہے آگ نہیں ہے مگر چونکہ آگ نہایت درجہ اس پر غلبہ کر گئی ہے اس لئے آگ کے صفات اُس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ وہ آگ کی طرح جلا سکتا ہے۔ آگ کی طرح اس میں روشنی ہے (براہین احمدیہ حصہ پنجم، صفحہ ۹۴)

نشریات

برطانوی ٹائم

Radio Virtual Mosque on:

http://mixlr.com/radio-virtual-mosque

YouTube:

https://www.youtube.com/c/WorldwideAhmadiyyaAnjumansLahore

https://www.podbean.com/user-Lx6kp2cJrcwN

پروگرام و اوقات

پیر سے جمعرات نشریات

۱۹۰۰-۱۹۳۰ تدبر القرآن اردو

۱۹۴۰-۲۰۱۰ Reflections on the Holy Quran انگریزی

جمعہ - انگریزی ۱۳:۰۰

ہفتہ - اردو ۱۳:۰۰ GroupPure Discussions WhatsApp

عیدین - انگریزی ۱۱:۰۰

عالمگیر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

www.virtualmosque.co.uk

ای میل: editor.thelight@LACommunity.uk

حضرت مولوی محمد علی صاحبؒ کا مقام

احادیث نبویہ و امام عصر حاضر کے الہامات اور ارشادات کی روشنی میں

قسط نمبر ۷

از محترم جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری

حضرت مسیح موعودؑ کا فیصلہ

کہ مولوی صاحب نیک اندرون ہیں

نوٹ: حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی تبلیغی خدمات تجر علمی اور بلند پایہ شخصیت پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک معاند پریس نے بیشار غلط بیانیاں کر کے بہت سی غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں اور اس باطل پروپیگنڈا سے اپنی جماعت کی نظروں سے حضرت محمد علیؒ کے کام اور مقام کو اوجھل کیا ہوا ہے ان غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کے ازالہ کے لئے محترم جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے یہ نہایت مبسوط اور مدلّل مقالہ تحریر فرمایا ہے جس میں حضرت مولانا کے مقام کی آنحضرت صلعم کی احادیث اور حضرت امام عصر حاضر کے الہامات سے واضح فرمایا ہے ہم اِن دوستوں کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ ٹھنڈے دل کے ساتھ اس مقالہ کو مطالعہ فرمائیں اور اپنی جماعت کے دوستوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس مقالہ کو اُن دوستوں تک پہنچا دیں۔۔۔۔(مدیر)

حضرت مولوی صاحب کے نہ گرنے کا ایک اور ثبوت

گزشتہ قسط میں ایک بیّن ثبوت کے ذریعے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضرت اقدسؑ پر ہمارے امیر حضرت مولوی محمد علی صاحب کے مقام کے متعلق جو انکشاف ہوا ہے وہ صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ مولوی صاحب موصوف روحانیت میں ایسا کمال حاصل کر چکے تھے جس کے بعد گرنے کا احتمال باقی نہیں

حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ
اور
عالمگیر جماعت احمدیہ لاہور کے عقائد

۱. اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان

۲. آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ بالفاظ بانی سلسلہ احمدیہ :۔"اِس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد کوئی نہیں آئے گا نیا ہو یا پُرانا"، "میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گئی۔"

۳. قرآن اللہ تعالیٰ کی آخری اور کامل کتاب ہے جس کا کوئی حکم منسُوخ نہیں، نہ قیامت تک منسُوخ ہو گا۔

۴. بمُطابق فرمانِ نبوی حضرت محمدؐ کے بعد مجدّدین آئیں گے۔ اِس اُمّت میں ایسے لوگ ہوں گے جو نبی نہ ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ اُن سے کلام کرے گا۔ رجال یکلمون من غیر ان یکونوا انبیاء

۵. ہم تمام صحابہ کرامؓ اور تمام آئمہ دین کی عزت کرتے ہیں خواہ وہ اہلِ سنت کے مسلمہ بزرگ ہوں یا اہلِ تشیع کے اور کسی صحابی یا امام، محدث یا مجدّد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۶. ہر ایک شخص جو لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرتا ہے اصولاً مسلمان ہے، خواہ اُس کا تعلق کسی بھی فرقہ سے ہو۔

۷. حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ مجدّد، مسیح موعود اور مہدی ہونے کا تھا۔ نبی ہونے کا ہرگز نہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ میں: اور "اِن لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

ہمیں کسی دُنیاوی پارلیمنٹ سے مسلمان ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ہم مسلمان ہوں یہ کافی ہے۔

رہتا اب مَیں ذیل میں حضور علیہ السلام کی ایک اور تحریر نقل کرتا ہوں جس سے اس امر کا مزید ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضرت مولوی صاحب کے لیے اس مقام سے گرنے کا احتمال باقی نہیں رہا۔ وہ تحریر یہ ہے:۔

"پس جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میری منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا میں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا"۔(تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۵۴)

عبارت مندرجہ بالا میں جو لفظ "اغراض" استعمال ہوا ہے اس سے حضور علیہ السلام کی جو مراد ہے اس کو حضور علیہ اسلام نے خود ہی کھول کر اشتہار ہذا کے شروع میں ہی بیان کر دیا ہے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"چونکہ ہماری تمام جماعت کو معلوم ہوگا کہ اصل "غرض" خُدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے کہ جو جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائی ہیں اُن کو دور کر کے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے اور اس "غرض" مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں "کسرِ صلیب" کے نام سے یاد کیا گیا ہے پورا کیا جائے۔ اِس لئے اور انہیں "اغراض" کو پورا کرنے کے لئے رسالہ انگریزی جاری کیا گیا ہے"۔

عیسائی مذہب کی پھیلائی ہوئی غلطیوں اور گمراہیوں کے دُور کرنے کی تڑپ حضور علیہ السلام کے دل میں کس قدر تھی اس کا اندازہ احباب کرام حضورؑ کی اس تحریر سے لگا سکتے ہیں جو پیغام صلح مجریہ ۲۶، ستمبر ۱۹۴۵ء کے صفحہ نمبر ۲ کالم ۴ پر شائع ہو چکی ہے اس تحریر میں حضور علیہ السلام نے اس امر کے متعلق اپنے دردِ دل کو ناقابل برداشت حد تک پہنچا ہوا قرار دیا ہے اور اس میں بتلایا کہ یہ درد حضور علیہ اسلام کے لئے سخت غم اور پریشانی کا موجب بنا رہا ہے یہاں تک کہ حضورؑ کے اس دردِ دل کا علاج خُدا تعالیٰ نے یہ کیا کہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے جاری کرنے کی تجویز سمجھا دی اس رسالہ کو حضورؑ نے اپنے فرض منصبی یعنی کسرِ صلیب کے کام کو پورا کرنے کا ذریعہ ٹھیرایا اور اس کام کو سرانجام دینے کے لئے حضورؑ کی نظر انتخاب جس شخص پر پڑی وہ مولوی محمد علی صاحب تھے۔ اگرچہ مولوی صاحب موصوف ایم۔اے اور ایل۔ایل۔بی کا امتحان پاس کر چکے تھے اور وکالت شروع کرنے والے تھے اور اُدھر اکسٹرا اسٹنٹ کمشنری کے امتحان مقابلہ کے لئے بھی آپ کا نام منظور ہو چُکا تھا لیکن حضرت اقدسؑ نے اُن کے اندر دینی خدمت کے سچے جذبہ کو ملاحظہ فرماتے ہوئے اور اس بات کا یقین کرتے ہوئے کہ مولوی صاحب موصوف ضرور دین کو دنیا پر مقدّم کریں گے ۔انہیں اس رسالہ کی ایڈیٹری کے کام کو سنبھالنے کا ارشاد فرمایا جس کی تعمیل حضرت مولوی صاحب نے بصد خوشی اور پورے انشراح صدر کے ساتھ اسے اپنی سعادت یقین کرتے ہوئے کی اور اس خدمت کو حضورؑ کی زندگی میں بھی اور حضورؑ کے بعد بھی اب تک سرانجام دیتے چلے آرہے ہیں گویا حضرت مولوی صاحب نے حضرت اقدسؑ کی اس غرض کو پورا کرنے کے لئے مالی اور جانی دونوں قسم کی قربانی کر کے اپنے آپ کو آیت اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ۔(التوبۃ:۱۱۱) کا مصداق ثابت کر دیا مالی قربانی تو اس طرح کی کہ اپنے دنیاوی درخشاں مستقبل پر محض دین کی خدمت کی خاطر لات ماردی اور نفس کی قربانی اس طرح کی کہ اپنا سارا وقت اور ساری قوت خدمت دین میں صرف کر دی۔ پس یہی وہ غرض ہے جس کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

"پس جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میری منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا مَیں اُمید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا"۔

حضرت مولوی صاحب کے شدید سے شدید دشمن اور غالی سے غالی معاند بھی اس حقیت سے انکار نہیں کر سکتے کہ حضرت مولوی صاحب یقیناً وہ شخص ہیں جنکے وجود میں "حضور علیہ السلام کی موجودگی میں" "حضورؑ کی زندگی میں" اور "حضورؑ کے منشاء کے مطابق "امداد کرنے کی تینوں شرائط پوری ہوئی ہیں۔ یعنی حضرت مولوی صاحب حضرت اقدسؑ کی موجودگی میں حضور علیہ السلام کی اغراض میں مدد کرتے رہے۔ حضور علیہ السلام کی تمام زندگی میں حضورؑ کی اغراض میں معاون بنے رہے۔ اور حضورؑ کی منشاء کے مطابق حضورؑ کے مقاصد کو دُنیا میں پہنچاتے رہے پس جب کے یہ تینوں باتیں آپ میں واضح طور پر پائی جاتی ہیں تو اس امر کو تسلیم کئے بغیر چارہ ہی نہیں کہ حضرت مولوی محمد علی صاحب قیامت کے روز بھی حضور علیہ السلام کے ساتھ ہی ہوں گے کیوں کہ شرائط کے پائے جانے کے بعد نتیجہ کا پایا جانا لازمی ہے اس میں تخلف جائز نہیں کیا یہ وعدہ عشرہ مبشرہ والے وعدہ کی قسم کا نہیں اُمید کے لفظ سے کوئی شخص حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش نہ کرے کیونکہ ایسے مواعید کے لئے قرآن شریف میں بھی عسیٰ کا لفظ استعمال ہوا ہے اور معنی یقینی وعدہ کے ہی ہوتے ہیں پس جبکہ ثابت ہو گیا کہ حضرت مولوی صاحب قیامت کے دن حضرت اقدس کے ساتھ ہوں گے تو جناب میاں صاحب یا اُن کے رفقاء کا یہ کہنا کہ حضرت

مولوی صاحب بوجہ میاں صاحب کی بیعت نہ کرنے کے اصل مقام سے گر چکے ہیں باطل ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی ان کا یہ عقیدہ بھی پاش پاش ہو جاتا ہے کہ میاں صاحب کی بیعت نہ کر کے یا کر کے توڑ دینے سے انسان کا خُدا سے کوئی تعلق نہیں رہتا یا انسان دہریہ بن جاتا ہے۔

میاں صاحب کے اس بے بنیاد دعوے کا بطلان واقعات سے بھی ہو رہا ہے کیا میاں صاحب کی بیعت نہ کرنے سے اللہ تعالی نے حضرت مولوی صاحب سے خدمت دین کی توفیق چھین لی یا وہ برابر، ۳۱ سال سے خدمت دین میں میاں صاحب سے بھی سبقت لے جانے والے ثابت ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

حضرت اقدسؑ کی خواہش کو پورا کرنے کے لیے حضرت مولوی صاحب نے قران شریف کا انگریزی اور اردو زبانوں میں خود ترجمہ کیا۔ ڈچ اور جرمن زبانوں میں کروایا اسی طرح اب بعض دیگر زبانوں میں کروا رہے ہیں عقائد اسلام پر انگریزی زبان میں مبسوط کتاب لکھی بخاری کا ترجمہ کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر کتاب لکھی اسی طرح اسلام کی صداقت پر کافی لٹریچر پیدا کیا سینکڑوں کو اسلام میں داخل کیا ہزاروں کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کر دیا۔ اسلام کے روشن چہرہ سے گرد و غبار کو دور کیا عیسائیت کو پاش پاش کر دیا پھر اس زمانہ کے امام حضرت مسیح موعود و مہدی معہود جن کو آپ خُدا کی طرف سے صادق امام یقین کرتے تھے ان کی صداقت پر ”تحریک احمدیت“ او ”ر مسیح موعود“ ”ضرورت مجدّد“ وغیرہ جیسی بے نظیر کُتب تصنیف کیں پھر حضورؑ کے سوانح حیات پر مبسوط کتاب ”مجدد اعظم“ کے نام سے شائع کروائی جس کی توفیق جناب میاں صاحب اور ان کے رفقاء کو آج تک نہیں ملی۔ پھر نبوّت کے مسئلہ پر روشنی ڈالنے کے لئے النبوۃ فی الاسلام جیسی جامعہ کتاب لکھی جس کے جواب سے آج تک میاں صاحب عاجز ہیں غرضیکہ اس تمام عرصہ میں اندرونی اور بیرونی فتنوں کا سر کچلنے کے لئے برابر ۴۴ سال سے آپ جہاد میں مصروف ہیں، میاں صاحب کی بیعت میں داخل نہ ہونا اس جہاد میں روک بننا تو کجا بلکہ ان جہادی کوششوں میں اضافہ کا ہی موجب ہوا ہے۔ یہ تو میاں صاحب کے مقابل میں آپ کے علمی کارنامے ہیں رُوحانی مقابلہ میں بھی آپ اس وقت میاں صاحب پر غالب ہیں آپ کا عقیدہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے شروع دعوے سے لیکر آخر عمر تک اپنے مقام کے متعلق ایک ہی عقیدہ رکھا ۱۹۰۱ء وغیرہ میں قطعاً کوئی تبدیلی نہیں کی بمقابل میاں صاحب کہ ان کا دعوے ہے کہ حضرت اقدسؑ نے ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا تھا حضرت مولوی صاحب نے تو اپنے عقیدہ پر ۱۹۱۵ء میں ہی حلف اُٹھائی تھی لیکن میاں صاحب باوجود اس کے کہ بارہا ان سے مطالبہ ہوا آج تک نہ وہ اور نہ ان کے ساتھی اس امر پر حلف اُٹھا سکے ہیں کہ ۱۹۰۱ء میں اشتہار ”ایک غلطی کا ازالہ“ شائع ہونے پر اُنھوں نے سمجھ لیا تھا کہ حضرت اقدسؑ نے اپنے پہلے دعوے میں تبدیلی کر لی ہے۔ واقعات بتلاتے ہیں کہ اس حلف پر حضرت مولوی صاحب کو قطعاً کوئی گرفت نہیں ہوئی اس سے ثابت ہوا کہ ان کی حلف درست تھی اسی طرح اور کئی مواقع پر میاں صاحب کو مباحثہ و مباہلہ کے لئے بلایا گیا۔ مگر وہ آج تک گریز ہی کرتے چلے آ رہے ہیں ہاں حقیقت پر پردہ ڈالنے کی انہیں خوب مشق ہے اس سے وہ اسی طرح فائدہ اُٹھاتے رہتے ہیں جس طرح حضرت اقدسؑ کے مقابل غیر احمدی علماء فائدہ اُٹھایا کرتے تھے۔

حضرت مولوی محمد علی صاحب کے متعلق احادیث نبویہ میں ایک اور پیشگوئی

حضرت مولوی محمد علی صاحب کی جو شان احادیث نبویہؐ میں بیان ہوئی ہے اسکے بعض حصوں کے متعلق قسط اوّل میں کچھ عرض کر چکا ہوں لیکن کسرِ صلیب یعنی عیسائی فتنہ کو پاش پاش کرنے اور اُس کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کو دور کرنے کے کام کو سر انجام دینے کے لئے اپنی امداد کے لئے مسیح موعود و مہدی معہود نے آپ کو جو امیر مقرر کیا اس کے متعلق بھی احادیث نبویہ میں پیشگوئی موجود ہے مقام کی مناسبت کے لحاظ سے اس کا ذکر بھی اس جگہ خالی از فائدہ نہ ہو گا نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب حجج الکرامتہ کے صفحہ ۴۴۳ پر لکھتے ہیں کہ قحطانی کے مدینہ روم کو فتح کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص سریہ یعنی چھوٹے لشکر کا امیر ہو گا جس کو مہدی فتح روم کے لئے بھیجے گا اور قحطانی اس شہر کو مہدی کی تبعیت میں فتح کرے گا۔

قسط اوّل میں مَیں بتلا چکا ہوں قحطانی صفاتی نام ہے جو بوجہ دشمن پر شدید ہونے کے ہے۔ مہدی کے پہلے خلیفہ اور نیز اس شخص پر بولا گیا ہے جو مہدی کے پہلے اہل بیعت میں سے والی بننے والے کے مقابلہ پر کھڑا ہو گا حدیث نبوی بتلا رہی ہے کہ مہدی کی طرف سے قحطانی روم کی فتح کے لیے امیر مقرر ہو گا اور یہ مسلم ہے کہ روم کی فتح سے مراد عیسائیت کی فتح ہے۔ اور اس کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں کو دُور کرنا ہے اور حضرت مہدی زمان نے اپنا یہی کام بتلایا ہے اور اس فرض کی ادائیگی کے لیے حضور علیہ السلام نے رسالہ ریویو آف ریلیجنز جاری کیا اور اسی کو حضور علیہ السلام نے صلیب توڑنے کا ذریعہ ٹھہرایا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کام پر حضور علیہ السلام نے حضرت مولوی نورالدین صاحب کو مقرر

نہیں کیا بلکہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کو مقرر کیا پس واقعات نے بتلا دیا کہ حدیث نبویؐ میں جو یہ پیشگوئی ہے کہ مہدی قحطانی کو اس سریہ کا امیر مقرر کرے گا جو روم کے ساتھ نہ صرف جنگ کرے گا بلکہ مہدی کی تبعیت میں اسے فتح بھی کرے گا اس سے مراد دوسرا قحطانی یعنی وہی شخص ہے جو اہل بیعت میں سے بننے والے والی کے خلاف کھڑا ہو گا اور واقعات کی روشنی میں یہ امر بپایئہ ثبوت پہنچ گیا ہے کہ وہ شخص حضرت مولوی محمد علی صاحب ہی ہیں حضرت مولوی محمد علی صاحب ہی رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر مقرر کئے گے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ نے اِنہی کے سپرد اس رسالہ کا نظم و نسق کیا۔

یہ بات تو مانی ہوئی ہے کہ حضورؑ کی جنگ روم یعنی عیسائیت کے ساتھ ظاہری اسلحہ سے نہیں بلکہ دلائل وغیرہ کے اسلحہ سے ہے اور اس حقیقت کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت مولوی صاحب موصوف نے قصرِ عیسائیت پر دلائل کی وہ گولہ باری کی کہ اس کو جڑوں سے اُکھاڑ کر پھینک دیا۔

رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے زبردست دلائل پر مشتمل اور حق و حکمت سے بھرے ہوئے مضامین کی جو دھاک اہل اسلام اور دیگر مذاہب پر عموماً اور عیسائیوں پر خصوصاً بیٹھی۔ اس سے ہر شخص اس رسالہ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتا تھا۔جناب میاں صاحب اور ان کے رفقاء جو حضرت مولوی صاحب کے ساتھ محض حسد حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم۔(البقرۃ:۱۰۹) کی بناپر رکھتے تھے آج جو چاہیں حضرت مولوی صاحب کے حق میں کہیں لیکن اس حقیقت سے وہ بھی انکار نہیں کرسکتے۔ کہ حضرت مولوی صاحب موصوف یقیناً فاتح روم یعنی عیسائیت ہیں۔ حدیث میں سریۃ کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولوی صاحب جماعت کے اس حصہ کے امیر ہونگے جو تعداد میں مقابلۃً قلیل ہو گا۔ کیونکہ سریۃ چھوٹے لشکر کو کہتے ہیں۔ لیکن کام میں دوسروں پر سبقت لے جائے گا۔

کیونکہ عیسائیت کا فتنہ اس کے ہاتھ سے پاش پاش ہونا ہے۔ حدیث میں اس امیر کو تبع میں سے قرار دیا گیا ہے اور تبع کے معنی عربی زبان میں ظل کے ہو تے ہیں گویا اس سریۃ کے امیر کو مسیح موعود و مہدی معہود کا ظل بھی ٹھیرایا گیا ہے۔ اور اس سے بھی آپ کے مقام کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ حدیث میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس امیر سریۃ کو عیسائیت پر فتح مہدی کی تبعیت میں حاصل ہوگی۔ پس جبکہ عیسائیت پر فتح ہو رہی ہے۔ تو ماننا پڑے گا۔ کہ جماعت لاہور اور اس کے امیر کو مہدی معہود کی تبعیت بھی حاصل ہے۔

پس ان واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے ہماری جماعت کے لئے یہ خوشی سے اُچھلنے کا مقام ہے۔ کہ اُن کے امیر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے تیرہ سو برس قبل ان کا امیر قرار دیا ہے۔ اور اُنہیں وہ جماعت ٹھیرایا ہے۔ جس کی مدد سے ان کا امیر عیسائیت کے جھنڈے کو سرنگوں اور اسلام کے جھنڈے کو بلند کرے گا۔

خلاصہ کلام

یہ کہ اِدھر قرآن شریف مولوی محمد علی صاحب جیسے مجاہد شخص کے متعلق جنت کی بشارت دیتا ہے۔ اُدھر حدیث نبوی آپ کو فاتح عیسائیت اور مسیح موعود کا ظل اور ان کا کامل متبع قرار دیتے ہوئے حضورؑ کی جماعت کے اس حصے کا جس کی مدد سے عیسائیت پر فتح حاصل ہونی ہے امیر ٹھیراتی ہے۔ اور دوسری طرف حضرت اقدسؑ اس شخص کے متعلق وعدہ دیتے ہیں۔ کہ وہ قیامت کے روز حضورؑ کے ساتھ ہو گا۔ اور پھر ان سب کے علاوہ حضورؑ کے الفاظ میں حضرت مولوی محمد علی صاحب کے متعلق صریح بشارت موجود ہے کہ وہ اپنے رُوحانی مقام سے نہیں گرینگے اور پھر واقعات کی بھی یہی شہادت ہے کہ وہ گرنے سے محفوظ چلے آرہے ہیں تو ان تمام امور کو مدِّنظر رکھتے ہوئے حضرت مولوی محمد علی صاحب کے بارہ میں ایک سچے احمدی کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیئے اس کا فیصلہ وہ خود ہی کرلے مجھے اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

(فہرست-مضامین)

قرآنِ مجید ہدایت، تدبر اور انسانیت کے لیے اللہ کا آخری پیغام

از: حمید جہانگیری

قسط: آخری

اب قرآنِ مجید کی عظمت کے بارے میں کیا عرض کروں؟ صدر صاحب نے مجھے صرف ایک دن پہلے اطلاع دی تھی۔ میں آپ کے سامنے اس کیفیت کے ساتھ کھڑا ہوں جیسے ایک چھوٹا بچہ رنگ برنگی ٹافیوں سے بھرے ہوئے برتن کے سامنے کھڑا ہو۔ وہ ایک ٹافی اٹھاتا ہے، پھر دوسری کو دیکھتا ہے، پھر تیسری کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ میری کیفیت بھی کچھ ایسی ہی ہے۔

قرآنِ مجید کا ہر موضوع، ہر آیت، ہر سورت اور ہر پہلو اپنی جگہ اتنا عظیم ہے کہ سمجھ نہیں آتی کہ گفتگو کہاں سے شروع کی جائے اور کہاں ختم کی جائے۔ قرآنِ مجید کی ہر بات ایسی ہے جو انسان کی عقل کو حیران کر دیتی ہے۔ جتنا انسان اس میں غور کرتا ہے، اتنے ہی نئے معانی اور نئی جہتیں اس کے سامنے آتی چلی جاتی ہیں۔ مجھے ذاتی طور پر قرآنِ مجید کا ایک پہلو بہت پسند ہے، اور چونکہ اس کا تعلق میرے پیشے، یعنی نفسیات (Psychiatry) سے بھی بنتا ہے، اس لیے میں اس کا مختصراً ذکر کرنا چاہوں گا۔ اگر آپ جدید نفسیات میں ذہنی بیماریوں کی تشخیص کے لیے استعمال ہونے والی کتابوں اور اصولوں کو دیکھیں تو وہاں مختلف ذہنی امراض کی علامات بیان کی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر شیزوفرینیا (Schizophrenia)، ڈپریشن (Depression)، اضطراب (Anxiety) اور دیگر ذہنی بیماریوں کے لیے مخصوص معیارات مقرر کیے گئے ہیں۔ آج کل ذہنی امراض کی تشخیص کے لیے جو معروف کتاب استعمال ہوتی ہے اسے "تشخیصی و شماریاتی ہدایت نامہ برائے ذہنی امراض (Diagnostic and Statistical Manual)" کہا جاتا ہے، اور اس کا پانچواں ایڈیشن رائج ہے۔ اس میں مثال کے طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ اگر کسی شخص کو آوازیں سنائی دیتی ہیں، یا وہ ایسے خیالات کا شکار ہے جو حقیقت پر مبنی نہیں، تو یہ بعض ذہنی امراض کی علامات ہو سکتی ہیں۔ اسی طرح ڈپریشن، اضطراب اور دیگر بیماریوں کے لیے بھی مختلف علامات بیان کی جاتی ہیں۔ لیکن اس تمام تشخیص میں ایک نہایت اہم نکتہ بھی موجود ہے۔ صرف علامات کا پایا جانا کافی نہیں ہوتا۔ کسی شخص کو صرف اس بنیاد پر مریض قرار نہیں دیا جا سکتا کہ اس میں چند علامات موجود ہیں۔

قرآنِ مجید کے بارے میں ایک نہایت اہم نکتہ یہ بھی ہے جس پر میں ہمیشہ غور کرتا رہا ہوں۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا یہ ساتھی، یعنی رسولِ اکرم ﷺ، مجنون نہیں ہیں، نہ ہی وہ کسی ذہنی بیماری میں مبتلا ہیں۔ قرآنِ مجید لوگوں کو متوجہ کرتا ہے کہ تم نے رسولِ اکرم ﷺ کی پوری زندگی دیکھی ہے۔ نبوت کے اعلان سے پہلے بھی وہ تمہارے درمیان موجود تھے۔ تم انہیں صادق اور امین کہتے تھے۔ تم ان کی سچائی، دیانت داری، امانت اور اعلیٰ کردار کے معترف تھے۔ پھر جب انہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا تو کیا ان کی شخصیت میں کوئی منفی تبدیلی آئی؟ کیا ان کی سچائی میں فرق آیا؟ کیا ان کی امانت داری میں کوئی کمی آئی؟ کیا ان کے کردار میں کوئی خرابی پیدا ہوئی؟ لوگوں نے خود دیکھا کہ ایسا کچھ نہیں ہوا۔ میرے خیال میں نفسیات میں جو تشخیصی اصول ہیں، ان میں سے ایک اہم معیار بھی یہی ہے کہ انسان کی عملی زندگی اور اس کی کارکردگی (Functioning) کو دیکھا جائے۔ کوئی شخص کیا محسوس کرتا ہے، اس کے ذہن میں کیا خیالات آتے ہیں یا وہ کیا دعویٰ کرتا ہے، یہ اپنی جگہ ایک بات ہے، لیکن اصل سوال یہ ہوتا ہے کہ اس کی عملی زندگی کیسی ہے۔ آپ کسی انسان کے ذہن کے اندر براہِ راست نہیں دیکھ سکتے۔ اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اسے کوئی آواز سنائی دیتی ہے تو آپ اس آواز کو خود نہیں سن سکتے۔ آپ اس کی عملی زندگی، اس کے کردار، اس کے معاملات اور اس کے رویوں کو دیکھتے ہیں۔ اسی لیے میں اکثر سوچتا ہوں کہ قرآنِ مجید نے چودہ سو سال پہلے انسان کو یہی اصول سکھایا کہ کسی شخص کا فیصلہ کرنے سے پہلے اس کی زندگی، اس کے اعمال اور اس کے کردار کو دیکھو۔ قرآنِ مجید کو سمجھ کر پڑھنے کے اپنے ہی لطف ہیں۔ کبھی کبھی انسان پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی ہے۔ آج کل تو کافی عرصے سے وہ کیفیت نصیب نہیں ہوئی، لیکن بعض اوقات قرآنِ مجید پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے انسان کسی گہری وادی میں اتر رہا ہو اور ہر قدم پر نئی حقیقتیں دریافت کر رہا ہو۔ قرآنِ مجید کی ایک شان یہ بھی ہے کہ اگر انسان اخلاص کے ساتھ اسے پڑھے اور سیکھنے کی نیت سے اس کا مطالعہ کرے تو اکثر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جو سوال اس کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے، اس کا جواب آگے آنے والی آیات میں موجود ہوتا ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہم قرآنِ مجید کو سیکھنے کے لیے کم پڑھتے ہیں اور اپنے خیالات کو اس پر مسلط کرنے کے لیے زیادہ پڑھتے ہیں۔ شاید اسی لیے ہمیں تلاوت سے پہلے "أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ" پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ ہم اپنے تعصبات، خواہشات اور پہلے سے قائم شدہ نظریات کو ایک طرف رکھ کر اللہ تعالیٰ کے کلام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

آج دنیا میں اسلام کے نام پر جو ظلم و ستم بعض لوگ کرتے ہیں، وہ بھی قرآنِ مجید ہی پڑھتے ہیں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کوئی اور قرآن پڑھ رہے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان کے اپنے غلط نظریات پہلے سے موجود ہوتے ہیں، پھر وہ قرآنِ مجید میں سے چند الفاظ یا چند جملے سیاق و سباق سے ہٹا کر اپنے نظریات کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ صرف مسلمانوں تک محدود نہیں ہے بلکہ پوری انسانی تاریخ میں ایسا ہوتا آیا ہے۔ مثال کے طور پر ایٹم بم بنانے والے سائنس دانوں میں اوپن ہائیمر (Oppenheimer) کا نام بہت مشہور ہے۔

اسے معلوم تھا کہ اس کی ایجاد سے بے پناہ تباہی ہوگی۔ لیکن انسان جب کوئی بڑا کام کرتا ہے تو اکثر اسے اپنے عمل کے جواز کے لیے کوئی نہ کوئی فکری بنیاد درکار ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نے ہندو مذہبی متون کے بعض اقتباسات کا حوالہ دیا اور اپنے عمل کے لیے ایک فکری جواز تلاش کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان جب اپنے فیصلے کرلیتا ہے تو پھر اکثر اپنے نظریات کے حق میں دلائل ڈھونڈتا ہے۔اسی طرح بعض مسلمان بھی اپنے غلط خیالات اور انتہا پسندانہ نظریات کو قرآنِ مجید کے ذریعے جائز ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ قرآنِ مجید کا اصل پیغام عدل، رحمت، حکمت اور ہدایت کا پیغام ہے۔

جب قرآنِ مجید کا نزول شروع ہوا تو ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے کمزور، مظلوم اور معاشرے کے دبے ہوئے لوگ اس پیغام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے برعکس جو لوگ اقتدار، دولت اور سماجی اثر و رسوخ رکھتے تھے، ان کے لیے اس پیغام کو قبول کرنا زیادہ مشکل تھا۔ مکہ مکرمہ میں اس وقت حج اور زیارت کی ایک روایت موجود تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے چلی آ رہی تھی۔ اگرچہ وقت گزرنے کے ساتھ لوگوں نے شرک اختیار کر لیا تھا اور خانۂ کعبہ کے اندر بے شمار بت رکھ دیے تھے، لیکن اس مذہبی مرکز کی وجہ سے لوگ مختلف علاقوں سے آتے تھے اور اس کے نتیجے میں تجارت بھی فروغ پاتی تھی۔ قریش کے بہت سے سردار اسی نظام سے معاشی فائدہ حاصل کرتے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے اپنے بت رکھتا تھا اور اس طرح زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مکہ آنے کی ترغیب دی جاتی تھی۔ اس کا ایک بڑا مقصد معاشی مفادات کا تحفظ بھی تھا۔ جب رسولِ اکرم ﷺ نے توحید کا پیغام عام کرنا شروع کیا اور لوگوں کو ایک اللہ کی عبادت کی دعوت دی تو آہستہ آہستہ لوگ بتوں سے دور ہونے لگے۔ اس صورتِ حال نے مکہ کے بااثر طبقے کو پریشان کر دیا، کیونکہ انہیں محسوس ہوا کہ ان کا اثر و رسوخ اور معاشی مفادات خطرے میں پڑ سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مشورے کیے کہ رسولِ اکرم ﷺ کے پیغام کا مقابلہ کیسے کیا جائے۔ انہوں نے مختلف تجاویز پیش کیں اور آپ ﷺ کو دنیاوی لالچ بھی دیے گئے۔ آپ ﷺ کے پاس ایک نمائندہ بھیجا گیا جس نے کہا کہ اگر آپ دولت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو دولت دے دیتے ہیں، اگر قیادت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں، اگر بادشاہت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے اس کی پوری بات توجہ سے سنی۔ پھر جواب میں سورۂ فصلت کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ جب وہ شخص واپس اپنی مجلس میں پہنچا تو اس کی کیفیت بدلی ہوئی تھی۔ اس نے اعتراف کیا کہ اس نے ایسا کلام پہلے کبھی نہیں سنا۔

مخالفین نے جب دیکھا کہ قرآنِ مجید لوگوں کے دلوں پر اثر کر رہا ہے تو انہوں نے رسولِ اکرم ﷺ کی کردار کشی (Character Assassination) کا منصوبہ بنایا۔ انہوں نے سوچا کہ آپ ﷺ کو کوئی ایسا لقب دیا جائے جس سے لوگوں کو آپ سے بدظن کیا جا سکے۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ خود آپ ﷺ کو برسوں سے صادق اور امین کہتے آئے تھے۔ اس لیے جھوٹا کہنا ان کے لیے ممکن نہیں تھا۔ آخرکار انہوں نے آپ ﷺ کو جادوگر اور ساحر کہنا شروع کیا، کیونکہ ان کے خیال میں قرآنِ مجید سن کر لوگ اپنے باطل عقائد چھوڑ دیتے تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ قرآنِ مجید دلوں پر اثر کرتا تھا۔ جو شخص کھلے دل اور دیانت داری کے ساتھ اسے سنتا، اس کے دل میں تبدیلی پیدا ہو جاتی تھی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے جب پہلی مرتبہ بڑے مجمع میں سورۂ نجم کی تلاوت فرمائی تو وہاں مسلمان بھی موجود تھے اور مخالفین بھی۔ تلاوت کے اختتام پر جب سجدے کی آیت آئی تو مجمع میں موجود لوگ بے اختیار سجدے میں گر گئے۔ یہاں تک کہ امیہ بن خلف جیسا سخت ترین مخالف بھی اس کیفیت سے مکمل طور پر الگ نہ رہ سکا۔ اگرچہ وہ سجدے میں نہیں گرا، لیکن اس نے زمین سے مٹی اٹھا کر اپنے ماتھے تک پہنچائی۔ یہ قرآنِ مجید کے اثر کی ایک جھلک تھی۔

چند دن پہلے میں ایک ویڈیو دیکھ رہا تھا جس میں چند نوجوان مسلمان لندن میں ایک سماجی تجربہ (Social Experiment) کر رہے تھے۔ وہ ایسے نوجوانوں کو، جو اسلام اور قرآنِ مجید سے واقف نہیں تھے، قرآنِ مجید کی خوبصورت تلاوت سناتے اور پھر ان سے پوچھتے کہ اس آواز کو سن کر ان کے دل میں کیا احساس پیدا ہوا۔ ایک نوجوان لڑکی نے بہت خوبصورت بات کہی۔ اس نے کہا۔ شروع میں مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس میں ایک اداسی، ایک پشیمانی اور اپنی زندگی پر غور کرنے کا احساس موجود ہے۔ پھر جیسے جیسے یہ آواز آگے بڑھتی ہے، اس میں امید پیدا ہونے لگتی ہے، خوشی پیدا ہونے لگتی ہے، اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی چیز انسان کو اپنی طرف کھینچ رہی ہو۔" یہ صرف تلاوت سننے کا اثر تھا، حالانکہ وہ الفاظ کے معنی بھی نہیں جانتی تھی۔ سوچیے! اگر انسان قرآنِ مجید کو سمجھے، اس پر غور کرے اور پھر اس کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کی کوشش کرے تو وہ روحانی اور اخلاقی طور پر کہاں سے کہاں پہنچ سکتا

ہے۔

بات کچھ طویل ہو گئی ہے، اس لیے میں اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے یہی عرض کروں گا کہ قرآنِ مجید کو صرف پڑھنے تک محدود نہ رکھیے، بلکہ اسے سمجھئے، اس پر غور کرنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کیجیے۔ یہی قرآنِ مجید کا اصل حق ہے اور یہی اس کے نزول کا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآنِ مجید کو صحیح طور پر پڑھنے، سمجھنے، اس پر عمل کرنے اور دوسروں تک اس کا پیغام پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو قرآنِ مجید کے نور سے منور فرمائے، ہمارے اعمال کو اس کے مطابق ڈھال دے، ہماری دنیا اور آخرت کو بہتر بنا دے، اور ہمیں رسولِ اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(فہرست۔مضامین)

یومِ آزادی پاکستان: آزادی کی نعمت، تحریکِ آزادی اور ہماری ذمہ داریاں

از قلم: ابو عباد

محترم حضرات!

آج ہم اپنے وطن پاکستان کا یومِ آزادی منا رہے ہیں۔ آج **14 اگست** ہے۔ آج سے ۷۹ سال قبل، **14 اگست ۱۹۴۷ء** کو برصغیر کے مسلمانوں کی ایک طویل سیاسی جدوجہد ایک تاریخی منزل تک پہنچی اور پاکستان دنیا کے نقشے پر ایک آزاد ملک کی حیثیت سے ظاہر ہوا۔ آج ہمارے گھروں پر پرچم لہرا رہے ہیں۔ آج ہمارے بچے سبز لباس پہنے ہوئے ہیں۔ آج گلیوں اور بازاروں میں چراغاں ہے۔ آج **پاکستان زندہ باد** کے نعرے لگائے جا رہے ہیں۔

لیکن! **محترم حضرات!** آیئے ایک لمحے کے لیے ان تمام ظاہری مظاہر سے آگے بڑھ کر سوچیں۔ **آزادی آخر ہے کیا؟** ہمیں آزادی کیوں چاہیے تھی؟ ہمارے بزرگوں نے آزادی کے لیے کیا قربانیاں دیں؟ اور سب سے بڑھ کر: **آج اس آزادی کے بعد ہماری ذمہ داری کیا ہے؟** یہ سوال آج ہر پاکستانی کو اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے۔

محترم حضرات! آزادی صرف ایک جشن کا نام نہیں۔ آزادی ایک **نعمت** ہے۔ اور ہر نعمت کے ساتھ ایک **ذمہ داری** بھی آتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی انسان کو صحت عطا فرمائے تو اس صحت کی ذمہ داری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو دولت دے تو اس دولت کی ذمہ داری ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو علم دے تو اس علم کی ذمہ داری ہے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کسی قوم کو آزادی عطا فرمائے تو اس قوم پر لازم ہے کہ وہ آزادی کی قدر کرے اور اسے صحیح مقاصد کے لیے استعمال کرے۔

قرآن کریم فرماتا ہے: **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ** "اور یقیناً ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی۔"

اسلام انسان کو عزت، آزادی اور بنیادی حقوق کا تصور دیتا ہے۔ لیکن اسلام کی نظر میں حقیقی آزادی یہ نہیں کہ انسان جو چاہے کرے۔ حقیقی آزادی یہ ہے کہ انسان **اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا غلام نہ بنے۔**

محترم حضرات!

یہ ایک نہایت اہم نکتہ ہے جسے ہمیں آزادی سمجھتے ہوئے ہمیشہ اپنے سامنے رکھنا چاہیے۔ اگر آزادی کا مطلب یہ لیا جائے کہ **انسان ہر جائز و ناجائز خواہش پوری کرنے کے لیے آزاد ہے، تو یہ آزادی نہیں بلکہ خواہشات کی غلامی ہے۔** ایک شخص سیاسی طور پر آزاد ہے لیکن جھوٹ کا غلام ہے۔ ایک شخص آزاد ملک میں رہتا ہے لیکن رشوت کے بغیر کام نہیں کرتا۔ ایک شخص آزادی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن اپنی خواہشات کا غلام ہے۔ ایک شخص دوسروں کی نفرت میں گرفتار ہے۔ ایک شخص دولت کا غلام ہے۔ ایک شخص شہرت کا غلام ہے۔ تو کیا یہ حقیقی آزادی ہے؟ **نہیں!**

اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرے اور دنیا کی ہر باطل غلامی سے آزاد ہو جائے۔

قرآن کریم فرماتا ہے :

أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ پس مسلمان کی آزادی کا سب سے بڑا مرکز **اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔**

محترم حضرات! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ** "اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں ضرور زیادہ دوں گا۔" آج ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس نے ہمیں ایک آزاد وطن عطا کیا۔ **لیکن سوال یہ ہے کہ شکر کیسے ادا ہو گا؟** کیا صرف جھنڈا لگانے سے؟ کیا صرف قومی ترانہ پڑھنے سے؟ کیا صرف سوشل میڈیا پر پاکستان زندہ باد لکھنے سے؟ یہ سب اپنی جگہ اچھی باتیں ہیں۔ لیکن

حقیقی شکر یہ ہے کہ ہم اپنے وطن کے لیے **مخلص، دیانت دار اور مفید شہری** بنیں۔ اگر ہم ملک سے محبت کا نعرہ لگائیں اور پھر رشوت لیں تو یہ کیسی محبت ہے؟ اگر ہم پاکستان زندہ باد کہیں اور ٹیکس چوری کریں تو یہ کیسی محبت ہے؟ اگر ہم سبز ہلالی پرچم لہرائیں اور اپنے بھائی کا حق ماریں تو یہ کیسی حب الوطنی ہے؟

غور فرمایئے! ملک نعرے سے نہیں بنتا۔ ملک کردار سے بنتا ہے۔ اس لیے آج یومِ آزادی کے موقع پر ہمیں صرف یہ نہیں سوچنا کہ ہمارا ملک ہمارے لیے کیا کر رہا ہے، بلکہ یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ہم اپنے ملک کے لیے کیا کر رہے ہیں۔

محترم حضرات! پاکستان ایک دن میں نہیں بنا۔ اس کے پیچھے کئی دہائیوں کی جدوجہد ہے۔ 1857ء کے واقعات کے بعد برصغیر کے مسلمانوں کو سیاسی، معاشرتی اور تعلیمی لحاظ سے ایک مشکل دور کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانوں کے اکابر نے محسوس کیا کہ اگر مسلمان تعلیم، علم اور سیاسی شعور میں پیچھے رہ گئے تو ان کا مستقبل خطرے میں پڑ جائے گا۔ 1906ء میں آل انڈیا مسلم لیگ قائم ہوئی۔ بعد میں علامہ محمد اقبال نے مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کے بارے میں ایک واضح فکری تصور پیش کیا۔ 1930ء کے خطبۂ الٰہ آباد میں علامہ اقبال نے ہندوستان کے شمال مغربی مسلم اکثریتی علاقوں کے سیاسی اتحاد کا تصور پیش کیا۔ پھر ۱۹۳۳ء میں چودھری رحمت علی نے "Pakistan" کا نام پیش کیا۔ اور پھر آیا وہ تاریخی سال **1940**ء۔ لاہور! مینارِ پاکستان کا مقام! مسلمانوں کا عظیم اجتماع! اور قراردادِ لاہور! جسے بعد میں قراردادِ پاکستان کہا گیا۔

محترم حضرات! یہ تاریخ ہمیں یہ سبق دیتی ہے کہ بڑے مقاصد صرف خواہش سے حاصل نہیں ہوتے۔ ان کے لیے علم چاہیے، اتحاد چاہیے، قربانی چاہیے، مسلسل جدوجہد چاہیے اور اللہ تعالیٰ پر توکل چاہیے۔

محترم حضرات! اس کے بعد مسلمانوں کی سیاسی جدوجہد میں قائداعظم محمد علی جناح کا کردار فیصلہ کن ہو گیا۔ قائداعظم نے مسلمانوں کو ایک سیاسی پلیٹ فارم پر متحد کیا۔ ان کا نعرہ تھا: **اتحاد، ایمان، تنظیم**۔ یہ صرف تین الفاظ نہیں تھے۔ یہ ایک پوری قوم کے لیے ایک پیغام تھا۔ قومیں صرف جذبات سے نہیں بنتیں۔ قوموں کے لیے اتحاد چاہیے۔ تنظیم چاہیے۔ نظم و ضبط چاہیے۔ اور مقصد کے لیے قربانی چاہیے۔ آج ہمیں بھی اپنے گھروں، اداروں، جماعتوں اور معاشرے میں ان اصولوں کی ضرورت ہے۔ اگر ہم متحد نہ ہوں، اگر ہم نظم و ضبط اختیار نہ کریں، اگر ہم اپنے ذاتی مفادات کو قومی اور اجتماعی مفادات پر ترجیح دیتے رہیں تو آزادی کی نعمت کا صحیح فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

محترم حضرات! آج ہم ۱۴ اگست منا رہے ہیں۔ لیکن کیا ہم نے کبھی سوچا کہ اس آزادی کی قیمت کیا تھی؟ کسی نے اپنا گھر چھوڑا۔ کسی نے اپنی زمین چھوڑی۔ کسی نے اپنی دکان چھوڑی۔ کسی نے اپنا کاروبار چھوڑا۔ کسی نے اپنے عزیز کھوئے۔ کسی نے اپنے والدین کھوئے۔ کسی نے اپنی اولاد کھوئی۔ کسی نے اپنا پورا خاندان ہجرت کے راستے میں کھو دیا۔ لاکھوں لوگ ہندوستان سے پاکستان آئے۔ کئی لاکھ لوگ اس ہجرت کے دوران جان سے گئے۔ یہ آزادی ہمیں آسانی سے نہیں ملی۔ لہٰذا آج جب ہم جشن منائیں تو ان قربانیوں کو ضرور یاد کریں۔

محترم حضرات! یہاں ایک بہت بڑی نصیحت ہمارے لیے ہے۔ ہمیں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کا احترام صرف ان کے قصے سنانے سے نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان مقاصد اور اقدار کو اپنی زندگی میں پیدا کرنا چاہیے جن کے لیے انہوں نے قربانیاں دیں۔ آزادی کی یہ نعمت ہمیں بغیر قربانی کے نہیں ملی؛ اس سرزمین کے لوگوں نے آزادی کے لیے اپنی جانیں پیش کیں، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور اپنے گھر بار تک قربان کیے۔

محترم حضرات! اب میں خاص طور پر **احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور** کے کردار کی طرف آتا ہوں۔ یہ ہمارے لیے اس لیے بھی اہم ہے کہ ہم اس جماعت کی تاریخی خدمات سے واقف ہوں۔ احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کا بنیادی مقصد اسلام کی تبلیغ، قرآن کریم کی تعلیم اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت تھا۔ حضرت مولانا محمد علی، خواجہ کمال الدین اور ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ جیسی شخصیات نے اسلام کے علمی اور تبلیغی کام کو دنیا کے مختلف حصوں تک پہنچایا۔

لیکن جب برصغیر کے مسلمانوں کے سیاسی مستقبل کا سوال سامنے آیا تو جماعت احمدیہ لاہور نے بھی اپنا موقف واضح کیا۔ یہ بات تاریخی ریکارڈ سے ثابت ہے کہ تحریکِ پاکستان کے اہم مرحلے میں جماعت احمدیہ لاہور نے مسلمانوں کے سیاسی اتحاد اور مسلم لیگ کی حمایت کی۔

محترم حضرات غور فرمایئے گا! جماعت احمدیہ لاہور نے صرف سیاسی حمایت نہیں کی بلکہ اللہ تعالیٰ کے حضور بھی دعا کی۔

1946ء میں جب قائداعظم محمد علی جناح اور Cabinet Mission کے درمیان اہم مذاکرات ہو رہے تھے تو مولانا محمد علی نے جمعہ کے اجتماعات میں ان مذاکرات کی کامیابی کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام کیا۔ کئی ہفتوں تک ان

دعاؤں کا سلسلہ جاری رہا۔

محترم حضرات! آزادی کا حقیقی امتحان ملک حاصل ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جس طرح ایک شخص کو گھر ملنے کے بعد اس گھر کو سنبھالنا پڑتا ہے، اسی طرح قوم کو ملک ملنے کے بعد اس ملک کو سنبھالنا پڑتا ہے۔ **آج ہمیں اپنے آپ سے سوال کرنا چاہیے** آج ۱۴ اگست ہے۔ آج ہم ۷۹ سال بعد یہاں کھڑے ہیں۔ تو ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے: کیا ہم نے اپنے بزرگوں کا خواب پورا کیا؟ کیا ہم دیانت دار بنے؟ کیا ہم نے عدل قائم کیا؟ کیا ہم نے تعلیم کو عام کیا؟ کیا ہم نے غربت ختم کرنے کی کوشش کی؟ کیا ہم نے ایک دوسرے کے حقوق ادا کیے؟ کیا ہم نے اپنے ملک میں امن پیدا کیا؟ **یہ سوال حکومت سے پہلے ہمیں اپنے آپ سے پوچھنا چاہیے۔**

محترم حضرات! جدوجہد یومِ آزادی ہمارے لیے صرف جشن کا دن نہیں بلکہ **احتساب کا دن بھی ہے۔** ہمیں سوچنا چاہیے کہ اگر ہم اپنے لیے مذہبی آزادی چاہتے ہیں تو کیا ہم دوسروں کے جائز حقوق کا احترام کرتے ہیں؟ اگر ہم اپنے لیے عزت چاہتے ہیں تو کیا ہم دوسرے انسان کی عزت کرتے ہیں؟ اگر ہم اپنے لیے انصاف چاہتے ہیں تو کیا ہم اپنے معاملات میں انصاف کرتے ہیں؟ یہی اسلام کی خوبصورتی ہے کہ وہ انسان کو اپنے حق کے ساتھ دوسرے کے حق کی حفاظت بھی سکھاتا ہے۔

محترم نوجوانو! آج کا پاکستان آپ کا ہے۔ آپ پاکستان کا مستقبل ہیں۔ آپ کتاب پڑھیں۔ علم حاصل کریں۔ اپنے وقت کی قدر کریں۔ اپنی صلاحیتیں پیدا کریں۔ سوشل میڈیا کو مثبت مقصد کے لیے استعمال کریں۔ جھوٹ سے بچیں۔ منشیات سے بچیں۔ جرائم سے بچیں۔ بد اخلاقی سے بچیں۔ اپنے والدین کی خدمت کریں۔ اپنے اساتذہ کا احترام کریں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کریں۔

یاد رکھیں! **پاکستان کا سب سے بڑا سرمایہ اس کی زمین، اس کے پہاڑ یا اس کے دریا نہیں۔ پاکستان کا سب سے بڑا سرمایہ اس کے باکردار انسان ہیں۔** لہٰذا نوجوانوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ ملک کا مستقبل صرف پارلیمنٹ، عدالتوں اور سرکاری اداروں میں نہیں بنتا۔ ملک کا **مستقبل گھروں، مدرسوں، سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، دفاتر اور نوجوانوں کے کردار میں** بنتا ہے۔

محترم حضرات! آج جب ہم اپنے وطن کی آزادی کی بات کر رہے ہیں تو ہمیں مذہبی آزادی کے مفہوم پر بھی غور کرنا چاہیے۔ آزادی صرف بیرونی اقتدار سے نجات کا نام نہیں۔ آزادی کا حقیقی مفہوم یہ بھی ہے کہ انسان اپنے ضمیر، عقیدے اور مذہب کے مطابق زندگی گزار سکے اور دوسروں کے بنیادی حقوق کا احترام بھی کیا جائے۔ افسوس کہ آج ہمارے معاشرے میں بعض مذہبی طبقات، خصوصاً ہم احمدیوں کو، اپنے مذہبی اظہار اور بعض بنیادی مذہبی اعمال کے حوالے سے قانونی پابندیوں اور مشکلات کا سامنا ہے۔ یہ صورتِ حال ہمیں اس بنیادی سوال پر غور کرنے کی دعوت دیتی ہے کہ **اگر آزادی انسان کی فطری ضرورت ہے تو مذہبی آزادی بھی انسانی وقار کا ایک اہم حصہ کیوں نہ ہو؟** ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ جس آزادی کی نعمت کا ذکر ہم آج کر رہے ہیں، اس کا تقاضا صرف اپنے لیے آزادی چاہنا نہیں بلکہ دوسروں کے جائز حقوق اور آزادی کا احترام کرنا بھی ہے۔ قرآن کریم کا اصول ہے: **لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ** یعنی دین کے معاملے میں جبر نہیں۔ پس ہمیں اپنے رویوں میں صبر، برداشت، حکمت اور اخلاق کو قائم رکھنا چاہیے۔ اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے جائز اور پُرامن طریق اختیار کرنا چاہیے۔ قانون کی پابندی کرنی چاہیے۔ اور ہر حال میں اپنے اخلاق کو بلند رکھنا چاہیے۔

محترم حضرات! ہم احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کی تاریخ کو یاد کرتے ہوئے یہ بھی سوچیں کہ ہمارے بزرگوں نے ہمیں کیا ورثہ دیا؟ انہوں نے ہمیں صرف ایک تنظیم نہیں دی۔ انہوں نے ہمیں **اسلام کی خدمت کا جذبہ** دیا۔ انہوں نے قرآن کریم کی اشاعت کی۔ انہوں نے اسلام کا دفاع قلم سے کیا۔ انہوں نے دنیا کے مختلف ممالک میں اسلام کا پیغام پہنچایا۔ حضرت مولانا محمد علی نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ کیا۔ خواجہ کمال الدین نے لندن اور برطانیہ میں اسلام کی تبلیغ کی۔ جماعت احمدیہ لاہور نے دنیا کے مختلف حصوں میں اسلامی لٹریچر پہنچایا۔ یہ سب ہمیں یہ سبق دیتا ہے کہ: **قوموں کی خدمت صرف سیاست سے نہیں ہوتی۔** تعلیم بھی خدمت ہے۔ تبلیغ بھی خدمت ہے۔ تحقیق بھی خدمت ہے۔ صحافت بھی خدمت ہے۔ کتاب شائع کرنا بھی خدمت ہے۔ اور انسانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنا بھی بہت بڑی خدمت ہے۔

محترم حضرات! ہمیں اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے علم، قلم، قرآن، اخلاق اور تبلیغ کے ذریعے انسانیت کی خدمت کرنی چاہیے۔ تو آیئے آج ۱۴ اگست کے دن ہم ایک عہد کریں۔ ہم کہیں:

اے اللہ! ہم اپنے ملک کی قدر کریں گے۔ ہم اپنے وطن کے قوانین کا احترام کریں گے۔ ہم رشوت سے بچیں گے۔ ہم جھوٹ سے بچیں گے۔ ہم

ملاوٹ سے بچیں گے۔ ہم خیانت سے بچیں گے۔ ہم کسی کا حق نہیں ماریں گے۔ ہم اپنے بچوں کو تعلیم دیں گے۔ ہم نوجوانوں کو علم اور کردار کی طرف لے جائیں گے۔ ہم نفرت کے بجائے محبت پھیلائیں گے۔ ہم فساد کے بجائے امن قائم کریں گے۔ ہم اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کا احترام کریں گے۔ اور ہم پاکستان کے لیے صرف نعرے نہیں لگائیں گے بلکہ **عمل کریں گے۔**

آیئے دعا کریں۔ اے اللہ! تو نے ہمیں آزادی کی نعمت عطا فرمائی۔ ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے شکر کو قبول فرما۔ اے اللہ! پاکستان کو امن کا گہوارہ بنا۔ پاکستان کو اندرونی اور بیرونی فتنوں سے محفوظ فرما۔ پاکستان کے دشمنوں کے شر سے محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہمارے ملک میں عدل قائم فرما۔ ظلم کا خاتمہ فرما۔ بدعنوانی کا خاتمہ فرما۔ غربت اور جہالت کو دور فرما۔ اے اللہ! ہمارے حکمرانوں کو عدل، دیانت اور حکمت عطا فرما۔ ہمارے تاجروں کو دیانت عطا فرما۔ ہمارے نوجوانوں کو علم، تقویٰ، اخلاق اور محنت عطا فرما۔ اے اللہ! ہماری نئی نسل کو اپنے دین اور اپنے وطن دونوں کا مخلص خادم بنا۔ اے اللہ! ہمیں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کی قدر کرنے والا بنا۔ اے اللہ! جن لوگوں نے قیام پاکستان کے لیے قربانیاں دیں، ان کی قربانیوں کو قبول فرما۔

اے اللہ! حضرت مولانا محمد علی، خواجہ کمال الدین، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ اور ان تمام بزرگوں کو اپنی رحمتوں سے نواز جنہوں نے اسلام کی خدمت اور مسلمانوں کی فلاح کے لیے اپنی زندگیاں وقف کیں۔

اے اللہ! ہمیں بھی دین کی خدمت، انسانیت کی خدمت اور اپنے وطن کی خدمت کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ! پاکستان کو ایسا ملک بنا جس میں امن ہو، انصاف ہو، دیانت ہو، تعلیم ہو، خوشحالی ہو اور ہر شہری کے جائز حقوق محفوظ ہوں۔ **آمین یارب العالمین۔**

(فہرست — مضامین)

جماعت احمدیہ (قادیان) ربوہ سے درخواست

از: شاہد عزیز صاحب۔ انگلینڈ

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے دیتے ہیں

ہم نے جب بھی قادیانی جماعت کے ممبروں سے کہا کہ آپ تو غیر از جماعت کلمہ گوؤں کا کافر کہتے ہیں تو ہمیں جواب ملا کہ کافر عربی کا لفظ ہے اور اس کا مطلب ہے انکار کرنا، ہم دوسروں کو کافر کہتے ہیں تو ہمارا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ حضرت مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں لکھا ہے کہ جس نے عمداً ایک بھی نماز چھوڑی وہ کافر ہے۔ اول تو اس کے جواب میں میں حضرت صاحب کے اپنے الفاظ پیش کرتا ہوں۔۔۔

(۱) "پھر **اس جھوٹ کو تو دیکھو** کہ ہمارے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں کہ گویا ہم نے بیس کروڑ مسلمان اور کلمہ گو کو کافر ٹھہرایا" (حقیقت الوحی، ص ۱۲۳)

یہاں حضرت صاحب فرما رہے ہیں کہ غیر از جماعت احباب کو کافر کہنا حضرت صاحب پر جھوٹا الزام ہے۔

(۲) "ڈاکٹر عبدالحکیم خان اپنے رسالہ المسیح الدجال وغیرہ میں میرے پر یہ الزام لگاتا ہے کہ گویا میں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص میرے پر ایمان نہیں لائے گا گو وہ میرے نام سے بھی بے خبر ہو گا اور گو ایسے ملک میں ہو گا جہاں تک میری دعوت نہیں پہنچی تب بھی وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں پڑے گا۔ **یہ ڈاکٹر مذکور کا سراسر افتراء ہے۔**" (حقیقت الوحی، ص ۱۸۴)

اس کے برعکس میاں محمود احمد صاحب نے لکھا:۔

(۱) "یہ تبدیلی عقیدہ مولوی صاحب (حضرت مولانا محمد علی صاحبؒ) تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں۔۔۔۔ سوم یہ کہ **کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کے بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں۔**" (آئینہ صداقت، باب اول)

یہاں میاں صاحب نے نہ صرف غیر احمدی احباب کو کافر کہا بلکہ ساتھ ہی انہیں دائرہ اسلام سے خارج بھی قرار دے دیا۔ لفظ کافر کی تو تاویل آپ نے کر لی ذرا یہ بتائیں کہ دائرہ اسلام سے اخراج کی کیا تاویل ہے؟

مزید کہتے ہیں

(۲) "اس مضمون کا ہیڈنگ تھا **مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے۔** اور یہ ہیڈنگ ہی اس بات کی کافی شہادت ہے کہ اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں ہے۔ (آئینہ صداقت، مضمون کفر و اسلام کا خلاصہ)

لیں یہاں لکھا کہ حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ نہ ماننے والے ان معنوں میں کافر ہیں کہ وہ مسلمان نہیں۔ ان الفاظ کی آپ کے پاس کیا تاویل ہے؟

(۳) **جب کہ ہم حضرت مسیح موعود کو خدا تعالیٰ کا نبی مانتے ہیں تو آپ کے منکروں کو مسلمان کیوں کر کہہ سکتے ہیں۔** (آئینہ صداقت، مضمون کفر و اسلام کا خلاصہ)

(۴) ”پس نہ صرف وہ شخص جو آپ کو کافر کہتا ہے یا جو آپ کو کافر تو نہیں کہتا ہے مگر آپ کے دعویٰ کو نہیں مانتا کافر قرار دیا گیا ہے بلکہ وہ بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا لیکن بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر قرار دیا گیا ہے“ (آئینہ صداقت مضمون کفر و اسلام کا خلاصہ)

لفظ کافر کی تاویل کہ اس سے مطلب حضرت صاحب کو نہ ماننا ہے کس کس طرح مصنف نے رد کیا ہے جب حضرت صاحب کو ماننے والا صرف بیعت نہ کرنے کی وجہ سے کافر ہو گیا تو آپ کی تاویل کا باقی کیا رہ گیا۔

(۵) ”جو لوگ مرزا صاحب کو رسول نہیں مانتے خواہ آپ کو راست باز ہی منہ سے کیوں نہ کہتے ہوں وہ پکے کافر ہیں۔“ (آئینہ صداقت، مضمون کفر و اسلام کا خلاصہ)

حضرت خواجہ کمال الدینؒ نے میاں بشیر الدین کے مضمون 'مسلمان وہی ہے جو سب ماموروں کو مانے' کی تفسیر کے طور پر ایک اشتہار دیا جس میں حضرت خواجہ صاحب نے یہی فرمایا کہ میاں بشیر الدین صاحب نے غیر احمدی احباب کو کافر صرف اس رنگ میں کہا ہے کہ کافر عربی کا لفظ ہے جس کا مطلب انکار ہے اور میاں صاحب صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ لوگ حضرت صاحب کے دعویٰ کے منکر ہیں وہ یہ نہیں کہہ رہے کہ ایسے لوگ مسلمان نہیں۔

جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں میاں صاحب کی اس عبارت کی یہی تفسیر اب قادیانی جماعت کرتی ہے۔ لیکن میاں صاحب نے اس تفسیر کے بارے میں لکھا:۔

(۱) ”جب میرا یہ مضمون شائع ہوا تو خواجہ صاحب کو فکر ہوئی اور انہوں نے ایک مضمون لکھا جس میں میرے مضمون کے معنے بگاڑ کر اس طرح بیان کئے گئے جو بالکل اصل مضمون کے الٹ تھے۔“ (آئینہ صداقت)

(۲) ”ایک سکول کا طالب علم بھی اس سے وہ مطلب نہیں لے سکتا جو خواجہ صاحب نے نکالا ہے۔۔۔ میری زندگی میں میرے مضمون کے معنے کرنے کا ان کا کیا حق تھا۔ اگر اس کے متعلق کوئی غلط فہمی تھی تو وہ مجھ سے دریافت کر سکتے تھے۔“ (آئینہ صداقت، خواجہ کمال الدین صاحب کے غیر معقول خلاصہ پر حضرت خلیفۃ المسیح اول کے دستخط کرنے کی وجہ)

سو میاں محمود احمد نے غیر احمدی احباب کو کافر کہا، خواجہ کمال الدین صاحبؒ نے اس کی یہ تاویل کی کہ لفظ کفر کے استعمال سے میاں صاحب کا صرف یہ مطلب ہے کہ غیر احمدی احباب حضرت صاحب کے دعاوی کے منکر ہیں۔ اس کا جواب خود میاں صاحب نے یہ دیا کہ یہ تاویل ان کے مضمون کے بالکل الٹ ہے۔ اپنے مضمون کو مزید واضح کرنے کے لئے غیر از جماعت احباب کو مسلمان نہیں اور دائرہ اسلام سے خارج کہا۔ جماعت قادیان سے درخواست ہے کہ اب بتائیں کہ وہ غیر احمدی حضرات کو کن معنوں میں کافر کہتے ہیں۔

(فہرست—مضامین)

برلن مسجد میں اوپن ڈے